امام مالکؒ صاحب الموطا

شاہ ولی اللہؒ

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور درود وسلام پہنچے اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی آل اور تمام صحابہؓ کو۔ اس کے بعد خدائے کریم کی رحمت کا محتاج ولی اللہ بن عبدالرحیم جو نسباً العمری اور وطناً دہلوی ہے، کہتا ہے کہ مذاہب فقہاء میں اختلاف اور اس کی وجہ سے علماء کے جو بکثرت گروہ بن گئے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کھچا ہوا ہے، اس صورت حال سے میرے دل کو بڑی تشویش ہوئی۔ اور یہ اس لئے کہ عمل کے لئے ضروری ہے کہ ایک طریقے کا تعین ہو۔ اور بغیر ترجیح دینے والی دلیل کو ملحوظ رکھے کسی امر کا تعین کرنا منطقی مغالطہ ہے۔ اب ترجیح کے بہت سے وجوہ ہیں۔ اور اس بارے میں علماء میں اجمالی بھی اور تفصیلاً بھی بڑا اختلاف ہے۔ چنانچہ میں نے دائیں بائیں بہت ہاتھ پاؤں مارے، لیکن بے کار، اور ہر ایک سے مدد چاہی، پر بے نتیجہ۔ پھر میں بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی بارگاہ میں یوں عرض کی۔ لئن لم یھدنی ربی لا

لہ ۱۳۵۱ھ میں مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے زیر اہتمام مکہ مکرمہ میں شاہ ولی اللہ کی عربی شرح الموطا "المسوی من احادیث الموطا" شائع ہوئی تھی۔ اس کے شروع میں شاہ صاحب کی المؤطا کی فارسی شرح المصفی کا مقدمہ فارسی سے عربی میں ترجمہ کر کے شامل کیا گیا تھا۔ یہ مضمون اسی عربی مقدمے کا ترجمہ ہے۔

(مدیر)

کونن من القوم الضالین - انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین "[۱] اس پر مجھے بذریعہ الہام امام اعظم حجۃ الاسلام مالک بن انس کی کتاب "الموطا" کی طرف اشارہ کیا گیا۔ اور یہ خیال آہستہ آہستہ میرے ذہن میں تقویت پکڑتا گیا۔ اور مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اس وقت علم فقہ میں کوئی کتاب بھی امام مالکؒ کی الموطاء سے قوی تر نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ کتابیں ایک دوسرے سے فضیلت رکھتی ہیں۔ بعض کی فضیلت مصنف کی وجہ سے ہوتی ہے، یا اس بنا پر ان کی فضیلت ہوتی ہے کہ ان میں صحت کا خاص التزام کیا گیا ہے یا ان کی احادیث کی بڑی شہرت رہی ہے یا ان کی فضیلت کی وجہ عامۃ المسلمین میں ان کی مقبولیت ہوتی ہے یا یہ کہ ان کی ترتیب بڑی اچھی ہے اور ان میں تمام اہم امور آگئے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اب جہاں تک کتاب الموطاء کے مصنف امام مالک بن انس کا تعلق ہے، ان کی فضیلت کسی سے مخفی نہیں۔ آج الموطاء کے سوا کوئی ایسی کتاب موجود نہیں ہے، جسے تبع تابعین [۲] میں سے کسی امام نے مرتب کیا ہو۔ نیز کوئی ایسی کتاب موجود نہیں، جس کے مصنف کے بلند مرتبے کی وجہ سے "اہل الحدیث[۳]" کا اس پر اس طرح اتفاق ہوا ہو جیسے الموطا پر ہوا۔ کیونکہ تبع تابعین کے زمانے میں امام مالک جیسے کم لوگ تھے اور ان میں سے بھی کسی نے کوئی کتاب تالیف نہیں کی۔ چنانچہ تبع تابعین میں جو ائمہ فقہ تھے، ان میں سے الموطاء کے سوا کسی کی کوئی تالیف نہیں ہے۔

الشافعی کا قول ہے :- جب علماء کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان میں مالکؒ کی حیثیت ستارہ (نجم) کی ہے"۔ (ان کے علوئے مرتبہ اور ان سے روشنی کے ظہور کی وجہ سے یہ تشبیہ دی گئی ہے) ان کا ایک اور قول ہے۔ مجھ پر اللہ کے دین کے معاملے میں مالکؒ سے زیادہ کسی شخص کا احسان نہیں ہے"۔ نیز الشافعی

---

[۱] ترجمہ۔ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں سے ہوتا۔ میں اپنا منہ سب طرف سے موڑ کر صرف اس ذات کی طرف کرتا ہوں، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں ان میں سے نہیں ہوں، جو شرک کرتے ہیں۔ [۲] جن بزرگوں کو صحابہ کا عہد ملا وہ تابعین کہلائے اور جنہیں تابعین کا عہد ملا، وہ تبع تابعین ہیں (مترجم) [۳] مراد علمائے حدیث (مترجم)

کہتے ہیں :۔ مالکؒ اور ابن عیینہؒ دونوں ہم عہد ہیں، اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو حجاز کا علم ضائع ہو جاتا۔" الشافعی کا ایک اور قول ہے کہ علم ان تینوں پر گھومتا ہے :۔ مالک بن انس، سفیان بن عیینہ اور لیث بن سعد۔ سفیان بن عیینہ علم حدیث کے ضمن میں کہتے ہیں :۔ عنقریب لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر علم کی تلاش میں نکلیں گے۔ تو انہیں عالمِ مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملے گا۔" ہمارے نزدیک عالم مدینہ سے ان کی مراد مالک بن انس سے ہے۔ ابن عیینہ ہی کا قول ہے :۔ "اللہ مالکؒ پر اپنا فضل و کرم کرے۔ وہ لوگوں پر انتقاد کرنے میں کتنے سخت تھے۔" ان ہی کا ایک اور قول ہے "مالکؒ صحیح حدیث تک ہی پہنچتے ہیں۔ وہ ثقہ لوگوں سے روایت کرتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ مالکؒ کی موت کے بعد مدینہ اجڑ جائیگا۔ ؎۱"

عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں :۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کے معاملے میں مالک بن انس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی شخص (غلطیوں سے) مامون باقی نہیں رہا۔" ان کا ایک اور قول ہے صحت حدیث کے معاملے میں مالکؒ پر کوئی شخص مقدم نہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں :۔ سفیان ثوری امام حدیث ہیں لیکن امام سنت نہیں۔ الاوزاعی امام سنت ہیں، امام حدیث نہیں۔ لیکن مالک بن انس دونوں (حدیث و سنت) میں امام ہیں۔ حافظ الصلاح سے اس قول کے معنی دریافت کئے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں سنت سے مراد بدعت کی ضد ہے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی حدیث کا عالم ہو، لیکن سنت کا عالم نہ ہو۔ اس ضمن میں میرا کہنا یہ ہے :۔ اس قول کی شرح تفصیل چاہتی ہے۔ بات یہ ہے کہ معانی و مطالب اور فتاویٰ کے استنباط کے معاملے میں سلف کے دو گروہ تھے، ایک گروہ نے قرآن حدیث اور آثار صحابہ جمع کئے اور ان سب سے استنباط کیا۔ اور محدثین کا اصل طریقہ یہی ہے۔ اور دوسرے گروہ نے ان قواعد کلیّہ کو جنہیں ائمہ کی ایک جماعت نے تنقیح و تہذیب کے بعد مرتب کیا تھا بغیر ان کے ماخذوں کی طرف التفات کئے لے لیا۔ چنانچہ جب کوئی ان کے سامنے مسئلہ پیش ہوتا ہے تو وہ ان قواعد کلیّہ سے اس کے جواب کو تلاش کرتے ہیں۔ اور فقہا کا اصل طریقہ ہے پہلا یعنی محدثین کا طریقہ بعض سلف کے ہاں غالب تھا۔ اور ان میں سے بعض دوسرے طریقے پر عامل تھے۔

؎۱ ظاہر ہے علمی لحاظ سے (مترجم)

یہ جو کہا جاتا ہے کہ حماد بن ابی سلیمانؒ[۱] ابراہیم نخعی کے "مسائل" کا سب لوگوں سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ تو ان "مسائل" سے مراد وہ قواعد کلیہ ہیں، جن کا ابراہیم نخعی نے اپنے فتوؤں میں اثبات کیا اور ان کی تنقیح و تہذیب کی۔

اب چونکہ امام مالکؒ کتاب الموطا میں سنت سے وہ قواعد مراد لیتے ہیں جو اہل مدینہ کے ہاں مقرر تھے اور وہ اس سلسلے میں بار بار لکھتے ہیں "سنت جس کے بارے میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں اور وہ یہ ہے" اس لئے عبدالرحمٰن بن مہدی اپنے اوپر کے قول میں اس طرف گئے ہیں چنانچہ انہوں نے کہا

۱؎ مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی سے کہا کہ حماد آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ اور اب فتوے دیتا ہے۔ ابراہیم کہنے لگے کہ آخر فتوے دینے سے اس کو کون سی چیز روکتی ہے اس اکیلے نے مجھ سے اتنا کچھ پوچھا ہے کہ تم سب نے مل کر اس کا دسواں حصہ نہیں پوچھا۔ الحافظ نے "التہذیب" میں اس کا ذکر کیا ہے ابو عمر بن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ حماد کے پاس زیادہ بیٹھتے تھے۔ القرشی نے اس کا الطبقات میں ذکر کیا ہے۔

امام ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں :۔ —— امام ابو حنیفہ ابراہیم النخعی اور اس کے اصحاب کے مذہب (فقہ) کا سب سے زیادہ التزام کرتے تھے۔ اور وہ اس سے کم ہی تجاوز فرماتے تھے۔ امام ابو حنیفہ ابراہیم کے مذہب پر مسائل کے استنباط و تخریج میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ استنباطات اور تخریجات میں ان کی بڑی گہری نظر تھی اور وہ فروع کی طرف پوری طرح متوجہ تھے۔ اگر تم ہمارے اس قول کی حقیقت جاننا چاہو تو ابراہیم النخعی اور اس کے اصحاب کے اقوال کو محمد رحمہ اللہ کی کتاب الآثار جامع عبدالرزاق اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ میں سے ملخص کرو، پھر اس کا مقابلہ ابو حنیفہ کے مذاہب (فقہ) سے کرو، تو تم دیکھو گے کہ چند امور کے سوا ابراہیم النخعی کے طریقے کو نہیں چھوڑتے۔ اور ان چند امور میں بھی وہ فقہائے کوفہ کے مذہب سے باہر نہیں جاتے۔"

عبیداللہ بن الاسلام السندھی الدیوبندی

سفیان ثوری احادیث اور آثار صحابہ کو ان کی صحیح اسناد کے ساتھ روایت کرنے، لفظ حدیث کی اقامت ابواب فقہ میں حدیث کی تقسیم اور ہر باب میں احادیث کی ترتیب میں کوفہ میں امام ہیں۔ الاوزاعی ابواب فقہ میں سے ہر باب میں سلف کے جو قواعد ہیں، ان کی معرفت کے امام ہیں۔ باقی رہے مالک تو یہ ان دونوں امور میں امام ہیں۔ جو لوگ فن حدیث سے شغف و اشتغال رکھتے ہیں، ان کے ہاں یہ بات اس طرح ثابت ہے جیسے نصف النہار کا سورج۔"

عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے مالکؒ سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں۔ مالک حدیث کے امیرالمومنین ہیں۔ ابن معین نے کہا مالکؒ بندوں کے لئے اللہ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہیں۔ ابن وہب کا قول ہے کہ اگر مالک اور لیث نہ ہوتے، تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ اسی طرح ابو قدامہؒ[1] کہتے ہیں کہ مالک اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے بڑھ کر حافظ تھے۔ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد (ابن حنبل) سے پوچھا کہ اصحاب الزہری میں سے سب سے بڑھ کر روایات میں ثقہ کون ہیں، انہوں نے فرمایا ہر چیز میں مالک بن انس۔ البخاری کہتے ہیں:۔ روایات میں سب سے صحیح سند مالک عن نافع عن ابن عمر کی ہے۔ ابونعیم "الحلیۃ" میں مالکؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ کوئی رات ایسی نہیں کہ میں سویا ہوں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہ ہوئی ہو۔

امام مالک کا نسب یہ ہے:۔ مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عمر بن الحارث الاصبحی۔ ابو عامر

---

[1] المصفی کے ایک مطبوعہ نسخے میں ابن قدامہ چھپا ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ صحیح ابو قدامہ ہے السیوطی تنویر الحوالک میں لکھتے ہیں:۔ "قال ابو قدامۃ کان مالک احفظ اھل زمانہ" عبیداللہ بن سعید بن یحییٰ الیشکری کے مولیٰ ابو قدامہ السرخسی تھے۔ جو نیشاپور میں آباد ہوئے۔ وہ الحافظ تھے اور بخاری مسلم اور نسائی کے شیخ تھے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ انہوں نے سرخس میں سنت کی ترویج کی۔ اور لوگوں کو اس کی طرف بلایا۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کا ۲۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ الخلاصہ میں یوں مرقوم ہے۔

عبیداللہ سندھیؒ

ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ جو غزوہ بدر کے علاوہ ہر غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت ابو عامر کے صاحبزادے مالک جو امام مالک کے دادا ہیں، ممتاز اور اہل علم تابعین میں سے تھے۔ آپ ان چار افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے حضرت عثمان بن عفان کا رات کو جنازہ اٹھایا اور مدینہ کے قبرستان البقیع میں دفن کیا۔ یہ اس سخت فتنے کے دنوں کا ذکر ہے۔ جب حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اور کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ آپ کے جنازے کو اٹھائے، امام مالک کے دادا مالک حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے روایت کرتے ہیں امام مالک کے چچا ابو سہیل نافع بن مالک بن ابو عامر ثقہ تابعین میں سے ہیں۔ اور امام مالک نے ان سے بہت روایتیں لی ہیں۔

امام مالک ۹۳ھ میں پیدا ہوئے، اور ایک روایت ہے کہ ۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ تین سال تک ماں کے پیٹ میں رہے۔ آپ طویل القامت اور بڑے سر والے تھے آپ کے سر کے بال آگے سے اڑے ہوئے تھے۔ آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ اور سر اور داڑھی کے بال بھی سفید تھے۔ امام مالک نے حدیث کی اکثر روائتیں اہل مدینہ سے کی ہیں۔ ان سے آپ نے سلسلہ وار علم حاصل کیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے عہد میں علم فقہ و فتاوٰی امیر المومنین عمر بن الخطاب کے گرد گھومتا تھا۔ اور وہ اس سلسلے کی بیچ کی کڑی تھے۔ اس کے بعد اس علمی دائرہ کا مرکز فقہائے صحابہ ہوئے جیسے مثال کے طور پر ابن عمرؓ، عائشہؓ، ابن عباس، انس اور جابر رضی اللہ عنہم۔ دور صحابہ کے بعد اس عظیم کام کا بار سنبھالا فقہائے تابعین نے اٹھایا، جیسے کہ سعید بن المسیبؒ، عروہؒ، سالمؒ اور قاسمؒ وغیرہم۔ اور ان کے بعد ان کے شاگرد الزہری، یحیٰی بن سعید الانصاری، زید بن اسلم، ربیعہ، ابو الزناد اور نافع آتے ہیں اور وہ اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہیں،

امام مالک ان سب کے وارث ہوئے۔ آپ نے ان سب کی احادیث و آثار کی تدوین کی اور نسلاً بعد نسل جو سینوں میں محفوظ چلا آتا تھا اسے کاغذ کے صفحات پر جمع کر دیا۔ اب تمام علاقوں کے لوگ حدیث اور فتاوٰی کی روایت کے لئے ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں چنانچہ وہ اپنے زمانے کے لوگوں کے سردار بن جاتے ہیں۔ اور انہیں اتنی عظیم شہرت ملتی ہے کہ کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ امام مالک مدینہ میں

جو کہ عالم اسلامی کی روح اور اس کا قلب ہے، ایک طویل مدت تک اس علمی و دینی ریاست پر فائز رہے۔ اس کے بعد آپ بیمار پڑے اور بائیس دن تک بیمار رہے۔ پھر ۱۷۹ھ میں ربیع الاول کی دس تاریخ (ایک روایت چودہ کی ہے) کو اپنے رب کی طرف رحلت فرما گئے۔

امام مالک کے شاگرد سحنون کا قول ہے کہ ان کی عمر ۸۷ سال تھی اور وہ مدینہ منورہ میں اجتہاد اور افتا کے منصب پر ساٹھ سال تک رہے اور اس طویل مدت میں ہر طرف سے ان کے پاس مسائل آتے جن کا وہ جواب دیا کرتے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے ان کی مدح میں کہا ہے۔

یدع الجواب فلا یراجع ھیبۃ
والسائلون نواکس الاذقان
ادب الوقار وعز سلطان التقی
فھو المطاع ولیس ذا سلطان[1]

جس دن امام مالک کی وفات ہوئی اس رات عمر بن سعد انصاری نے خواب میں کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا۔

لقد اصبح الاسلام زعزع رکنہ
غداۃ ثوی الھادی لدی ملحد القبر
امام الھدی مازال للعلم صائناً
علیہ سلام اللہ فی آخر الدھر[2]

---

[1] ترجمہ) وہ جب سوالات کا جواب دیتے تو ہیبت کی وجہ سے ان سے کوئی بحث نہیں کرتا اور سوالات پوچھنے والے گردنیں جھکائے بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کے وقار کا ادب ہے اور ان کے تقویٰ کی طاقت کی عزت ہے اسی وجہ سے لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں اگرچہ ان کے پاس کوئی سیاسی طاقت نہیں۔

[2] ترجمہ۔ جس دن ہدایت دینے والے (امام مالک) لحد میں رکھے گئے، اسلام کا ستون لرز گیا۔ وہ ہدایت وارشاد کے امام تھے۔ وہ علم کے برابر محافظ رہے۔ ان پر آخر وقت تک اللہ کی برکتیں نازل ہوں۔

امام مالکؒ کے زمانے میں اور آپ سے پہلے مدینہ منورہ فضلا کا مرجع اور علما کا مرکز تھا۔ اسی لئے عہد اوّل کے جلیل القدر اصحاب فتاویٰ کے عہد میں بعد بھی، جو علم میں دنیا کے قبلہ مقصود تھے، مدینہ منورہ میں ایک زمانے تک سرچشمہ علم جاری رہا۔ امام مالک انہیں بزرگوں کے علمی وارث بنے۔ اور آپ نے اس عظیم الشان کام کا بار اٹھایا۔ آپ نے ان بزرگوں سے اس طرح رُو در رو علم حاصل کیا۔ جیسے ہم سے کوئی دوسرے سے ایک ٹھوس چیز جو چھوئی جا سکتی ہے، اپنے ہاتھ سے اس طرح لے کہ اس چیز کے لینے دینے میں کسی قسم کا شک نہ رہے۔ امام مالک نے ان بزرگوں سے جو کچھ اخذ کیا اُسے اپنی کتاب میں جمع کر دیا، جو محدثین اور فقہا کی مرجع بنی۔

واقعہ یہ ہے کہ مذہب الشافعی درحقیقت کتاب الموطا کی تفصیل ہے اور امام محمد نے المبسوط میں جو فقہ مدوّن کی ہے، اس کا راس المال اور سرمایہ وہ علم ہے، جو انہوں نے امام مالک سے لیا۔ مختصراً وہ آئمہ مجتہدین جن کا علم تمام اطراف واکناف میں عام ہوا۔ چار ہیں:۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد (ابن حنبل) ان میں سے صرف دو امام ابوحنیفہ اور امام مالک تبع تابعین کے دور کے ہیں اب ان میں سے جو اول الذکر (امام ابوحنیفہ) ہیں، ان سے اصحاب ثقہ (ثقات) کے ذریعہ حدیث کی مسلسل روایت نہیں ہوئی، یہاں تک کہ جو محدثین کے سردار (رؤس) جیسے کہ احمد (ابن حنبل) البخاری، مسلم، الترمذی، ابوداؤد، النسائی۔ ابن ماجہ اور الدارمی ہیں، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ لیکن جہاں تک امام مالک کا تعلق ہے، تمام اہل نقل کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی حدیث ان کی روایت سے ثابت ہو جائے، تو وہ صحت کے اعتبار سے سب سے بلند درجے پر ہوگی علاوہ ازیں ان چار ائمہ مجتہدین میں سے آخر الذکر دو امام (الشافعی اور احمد) ان کے شاگردوں اور ان کے علم سے استفادہ کرنے والوں میں سے ہیں۔

کتاب الموطا کی صحت کے بارے میں الشافعی کا قول ہے۔ روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد کتاب المالک (الموطا) صحیح ترین ہے۔ اور الشافعی ہی سے یہ روایت ہے کہ کتاب المالک (الموطا) سے بڑھ کر قرآن مجید سے قریب ترین زمین پر کوئی کتاب نہیں ہے اور انہیں سے یہ

روایت بھی ہے :۔ کتاب اللہ کے بعد زمین پر موطا مالک سے بڑھ کر کوئی غلطیوں سے پاک (اکثر صواباً) کتاب نہیں ہے۔ الحافظ مغلطائی (الحنفی) کا قول ہے کہ جس نے سب سے پہلے "الصحیح" مرتب کی وہ مالک ہیں۔

الحافظ ابن حجر کہتے ہیں :۔ کتاب مالک (الموطا) ان (امام مالک) کے' نیز ان لوگوں کے نزدیک جو اس امر میں ان کی تقلید کرتے ہیں کہ مرسل اور منقطع وغیرہ احادیث حجت ہیں، صحیح ہے، مطلب یہ ہے کہ مرسل اور منقطع حدیث پر عمل کرنے کے معاملے میں علماء میں اختلاف ہے۔ امام مالک امام ابوحنیفہ اور تبع تابعین میں سے اکثر علماء ان پر عمل کرنے کو صحیح سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک عمرؓ (ابن الخطاب) اور ان جیسے دوسرے صحابہ، نیز اہل مدینہ میں سے تابعین کی جماعت کے اتفاق سے استدلال کرنا صحیح ہے۔ چنانچہ امام مالک اپنے اسی مسلک پر عامل ہیں۔ اور ان کے نزدیک کسی حدیث کا مرسل یا منقطع ہونا اس کی صحت کے منافی نہیں۔ اس اعتبار سے امام مالک، امام ابوحنیفہ اور باقی کے تبع تابعین کے نزدیک الموطا ساری کی ساری صحیح ہے۔

الحافظ ابن حجر کے اس قول پر السیوطی نے یہ اضافہ کیا ہے :۔ "مرسل اور منقطع حدیث امام مالکؒ اور جو اس مسئلے میں ان سے متفق ہیں، ان کے نزدیک حجت ہے اور اسی طرح یہ ہمارے یعنی شافعیہ کے نزدیک بھی حجت ہے' بشرطیکہ کسی مرفوع روایت یا موقوف روایت سے جس کا کہ سلسلہ کسی صحابی پر ختم ہوتا ہے اس کی تائید ہوتی ہو۔ اب صورت یہ ہے کہ الموطا میں کوئی ایسی مرسل حدیث نہیں کہ کسی مرفوع روایت سے لفظاً یا معناً اس کی تائید نہ ہوتی ہو۔ الغرض یہ کہنا بالکل قرین صواب ہے کہ الموطا سب کے نزدیک صحیح ہے"۔

اس بارے میں میں یہ کہتا ہوں کہ صحاح ستہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں اور الحاکم نے المستدرک میں اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ مالک کی مرسل احادیث کے موصول اور ان کی موقوف احادیث کے مرفوع ہونے میں روایات کا جو خلا تھا اسے پُر کریں۔ اس لحاظ سے یہ ساری کتابیں المؤطا،

کی شرحیں اور اس کا اتمام کرنے والی ہیں۔ چنانچہ اس (الموطاء) میں کسی صحابی پر ختم ہونیوالی کوئی موقوف، اور کسی تابعی پر ختم ہونے والی روایت نہیں کہ اس کا ماخذ کتاب اور سنت میں نہ ہو۔ جیسا کہ تم آگے چل کر ہماری اسی شرح (الموطاء) میں دیکھو گے۔

ابن عبدالبر نے الموطاء کی مرسل احادیث کے اتصال پر ایک کتاب تالیف کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ الموطا میں صرف اکسٹھ حدیثیں ایسی ہیں جو امام مالک تک ایسے لوگوں کے ذریعہ پہنچیں، جو ان کے نزدیک ثقہ تھے۔ ان میں چار کے سوا باقی سب کی مالک کی سند کے علاوہ اور اسناد بھی ملتی ہیں۔ البتہ چار کا ماخذ ہمیں معلوم نہیں ہوا[1]۔

اس بارے میں میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں کہ اگرچہ ان الفاظ کے ساتھ یہ چار احادیث ثابت نہیں ہوتیں، لیکن ان کے معنی صحیح ہیں۔ ہم انشاءاللہ اس بحث پر اس کے مقام پر گفتگو کریں گے۔

جہاں تک موطاء امام مالک کی شہرت کا تعلق ہے خود اس کے مصنف امام مالک سے ہر گروہ میں سے ایک جم غفیر نے اسے روایت کیا ہے۔ خلفائے اسلام میں سے ہارون الرشید امین، مامون الرشید اور ایک روایت میں ہے مہدی اور ہادی نے، مجتہدین میں سے الشافعی اور محمد بن الحسن نے بلا واسطہ اور احمد نے عبدالرحمٰن بن مہدی کے واسطے سے اور ان سے ایک جماعت نے، اور ابویوسف نے ایک آدمی کے واسطے سے اسے روایت کیا ہے۔

اس کے علاوہ محدثین کی بہت بڑی جماعتوں نے کہ اُن کا حصر ممکن نہیں۔ اور اصحاب مالک میں سے یحییٰ بن یحییٰ المصمودی، ابن قاسم اور اصبغ نے اسے روایت کیا۔ صوفیہ میں سے ذوالنون مصری وغیرہ نے موطا مالک کو روایت کیا۔ اسی طرح اہل مصر و شام و عراق و یمن و خراسان میں سے بکثرت لوگوں نے روایت کیا۔

---

[1] اصل مقدمے میں ان چار احادیث کا ذکر ہے۔

الموطا کے کوئی تیس سے زیادہ نسخے ہیں۔ شیخ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "الاستذکار والتمہید" بارہ نسخوں[1] سے مرتب کی ہے۔ اور یہی سب سے قوی اور مشہور ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ جس قدر اہتمام الموطا کا کیا گیا، کسی اور کتاب کا نہیں کیا گیا۔ (مسلسل)

---

[1] الغافقی نے اصحاب مالک میں سے کوئی بارہ حضرات سے کتاب الموطا کی روایت کی ہے۔ میرے پاس الغافقی کے اس خطی نسخے کی ایک نقل خانہ کعبہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ محمد عبدالرزاق آل حمزہ شیخ دارالحدیث مکہ مکرمہ۔

مالکی مذہب مدینہ میں پیدا ہوا اور تمام ملک حجاز میں پھیل گیا، لیکن بعد میں صرف مغرب اقصیٰ اور اندلس میں محدود ہو کر رہ گیا۔ ابن خلدون نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ان ملکوں کے فقہا کا منتہائے سفر حجاز رہا اور وہ اس سے آگے نہ بڑھے۔ اس زمانے میں چونکہ مدینہ ہی علمی مرکز تھا اور عراق ان کے راستے میں نہیں پڑتا تھا اس لئے انہیں جو کچھ سیکھنا تھا وہ علمائے مدینہ ہی سے سیکھا۔ دوسرے یہ کہ مغرب اقصیٰ اور اندلس کے باشندے بدوی معاشرت کے دل دادہ تھے اور اہل عراق کے تمدن سے سروکار نہ رکھتے تھے، لہذا معاشرے کی یکسانی کے سبب سے ان کا میلان طبع اہل حجاز کی طرف زیادہ تھا۔

(فلسفہ شریعت اسلام تالیف ڈاکٹر صبحی محمصانی۔ اردو ترجمہ)